امریکہ کا سفید جھوٹ اور عراق کی بربادی

نشریاتی ادارے اور یورپی حکومتیں، امریکی جھوٹ کی تصدیق کرتے ہیں!!

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

سید المرسلین نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَداعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَداعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا». فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: «بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ! وَلَيَنْزَعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ»، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: «حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ»[1]

''ایسا وقت آنے والا ہے کہ دوسری اُمتیں تمہارے خلاف ایک دوسرے کو بلائیں گی جیسے کہ کھانے والے اپنے پیالے پر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔'' تو کہنے والے نے کہا: کیا یہ ہماری ان دنوں قلت اور کمی کی وجہ سے ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ تم ان دنوں بہت زیادہ ہو گے، لیکن جھاگ کی طرح ہو گے جس طرح کہ سیلاب کا جھاگ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وَھْن ڈال دے گا۔'' پوچھنے والے نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وَھْن سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا۔'' یعنی اپنے اپنے دنیوی مفادات کی فکر اور آخرت کو بھول جانا۔

انہی سالوں میں ملّتِ اسلامیہ پر کفر کی سب طاقتیں ٹوٹ پڑی ہیں، عراق وشام میں امریکہ اور فرانس کے بعد روس اور برطانیہ نے مسلمانوں کے خون سے بدترین ہولی کھیلنا شروع کر رکھی ہے۔ اسی سال ۲۰۱۷ء کے آغاز میں شام کے شہر حلب میں روسی افواج، سال کے وسط میں رِقّہ میں امریکی وبرطانوی فوجوں اور عراق میں موصل کی جنگ میں امریکی اَفواج نے بدترین بمباری اور قتل وغارت کے بعد مسلمانوں کے جان ومال اور عزت وحرمت پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان کے ساتھ عراق وشام کی کٹھ پتلی ظالم حکومتوں کی سرکاری

---

1 سنن أبي داؤد: كِتَابُ الْمَلَاحِمِ (بَابٌ فِي تَدَاعِي الْأُمَمِ عَلَى الْإِسْلَامِ)

افواج، کردی و قبائلی طاقتیں اور ایران کی شیعہ افواج اور ملیشیائیں زمینی پیش قدمی کرتی ہیں، جبکہ عالمی افواج ان کی تربیت، منصوبہ بندی اور بمباری کے ذریعے ان کا راستہ صاف کرتیں اور جیت کے نتائج کو سمیٹنے اور پھر ان میں مزید پھوٹ ڈالنے کے لئے آن موجود ہوتی ہیں۔

اسلامی تہذیب کے ان نمایاں شہروں کو تباہ و برباد، ان کی تاریخی مساجد اور تہذیبی مراکز کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ ان اسلامی شہروں میں عالمی قوتیں ایک طرف تباہی و ہلاکت کے پروانے بانٹتی ہیں تو دوسری طرف اقوامِ متحدہ اور صہیونیت کے عالمی امدادی ادارے انسانی حقوق کے نام پر ان شہروں کے باہر اپنے کیمپ لگا کر مسلمانوں کے زخموں پر نمک چھڑکنے کو جمع ہو جاتے ہیں۔ اپنے مفادات کی جنگ کو خانہ جنگی، دہشت گردی اور انتہاپسندی کے خلاف جنگ کا نام دے کر ہلاکت و تباہی کا جواز پیدا کر لیا جاتا ہے۔ فرانس اور برطانیہ میں آئے روز بڑھنے والی دہشت گردی اور فسادات کی وجہ انہی فوجی طاقتوں کا یہی وہ ظلم ہے جس کا ادنیٰ ردّ عمل وہ اپنے معاشروں میں دیکھ رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہلاکت بانٹنے والے کبھی خود اپنے ضمیر اور ماحول میں پر امن نہیں رہ سکتے، یہ اللہ کی طرف سے بہت چھوٹا مکافاتِ عمل ہے اور ظالموں کا اصل بدلہ روزِ محشر ہو گا۔

اکیسویں صدی کے متمدن دور میں ہنستے بستے، جدید وسائل سے بھرپور شہروں کو تباہ و برباد کر کے کھنڈرات بنا دیا جاتا ہے، ان بدقسمت شہروں کے باسی جدید سوشل میڈیا پر آخری صدائیں دیتے ہیں کہ اس کے بعد ممکن ہے کہ یہاں سے کوئی اور فریاد بلند نہ ہو سکے۔ اس کی المناک تفصیل جاننے کے لئے شام کے سب سے زیادہ آبادی والے شہر حلب اور عراق کے دوسرے بڑے شہر موصل کی بربادی کا ایک نقشہ دیکھنا کافی ہو گا۔ ان شہروں کی بلند و بالا عمارتیں، متعدد منزلہ پلوں سے مزین شاہراہیں، زمینی وسائل سے مالا مال اور تہذیب و تمدن کے عین وسط میں موجود ہونا ان کے کوئی کام نہ آسکا۔ دنیا بھر کے میڈیا پر بمباری سے پہلے اور کامیابی کے بعد شہر کی صورتحال کی تقابلی تصاویر جابجا پیش کی جارہی ہیں جو اس ہلاکت کا ایک ادنیٰ منظر پیش کرتیں اور خون کے آنسو رلاتی ہیں کہ مسلمان بچوں، عورتوں اور مردوں کا خون کتنا ارزاں ہے۔ ان شہروں میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد لاکھوں میں ہے اور ہجرت یا متاثر ہو جانے والے تو شمار سے باہر ہیں۔ میڈیا پر ۲۰۰۳ سے تاحال جنگی نقصان کو شمار کرنے اور جائزے لینے والے دسیوں ادارے[1] موجود ہیں، ۲۰۱۱ء یعنی نام نہاد عرب سپرنگ سے پہلے تک کی ۸ سالہ جنگ ہی میں عالمی ادارے عراق میں ۸ لاکھ سے زیادہ ہلاکتوں کو رپورٹ کر رہے تھے، اس کے بعد تو شام کی جنگ، اور پھر داعش کے غلبے کے بعد اتحادی افواج کی بمباری کے نتیجے میں مرنے والے

---

1 برطانیہ کی سیرین آبزرویٹری فار ہیومن رائٹس SOHR...Casualties of the Iraq War...iraqbodycount

مسلمان ۲۵، ۳۰ لاکھ سے کیا کم ہوں گے اور اس جنگ نے دو ملکوں کے عوام کی زندگی تباہ وبرباد کردی، لاکھوں خاندان ہجرت کر گئے اور ہزاروں انسانی المیوں نے جنم لیا۔ مذکورہ عالمی ادارے اس تعداد کو بہت کم کرکے دکھاتے ہیں۔

یہ ظلم ایک دو اقوام نے نہیں کیا بلکہ ۵۰ سے زیادہ ممالک کی اتحادی افواج کا کیا دھرا ہے، اور ان انسانی مظالم پر کوئی کفِ افسوس بھی نہیں ملتا اور اللہ کی گرفت سے بھی نہیں ڈرتا۔ کبھی اقوام متحدہ دہائی دیتی ہے کہ اتحادی افواج کا فلاں حملہ جنگی قوانین سے تجاوز اور کھلم کھلا نہتے افراد پر فائرنگ کا سبب ہے اور امریکی اس بربریت کو قبول بھی کر لیتے ہیں،[1] لیکن کون ہے جو اس ظلم کا ہاتھ روکے؟ کبھی شہریوں کو عمارت کے اندر رہنے کی تلقین کرکے، پوری عمارت اور جیتے جاگتے انسانوں پر بم گرا دیا جاتا ہے۔ صدام حکومت پر کیمیائی ہتھیاروں کا الزام لگانے والوں کو آج اقوام متحدہ دہائی دیتی ہے کہ وہ خود مَوصل میں کیمیائی اور ممنوع ہتھیار استعمال کررہے ہیں[2] جس کے برے اثرات دہائیوں تک جائیں گے۔ جب تاریخی شہر ہی تباہ وبرباد ہوگئے، ان کے باسی انسانوں کی حرمت نہ رہی تو وہاں کے تاریخی آثار کی حفاظت کیسی؟ یہی وجہ ہے کہ ان معروف شہروں میں صدیوں پرانے تاریخی آثار بھی بمباری کا نشانہ بن گئے اور اتحادی افواج اس کا الزام مقابل مزاحمت کرنے والوں پر دھر دیتے ہیں۔ مغرب سے مرعوب لوگ اہل مغرب کے جانوروں کے حقوق کا بہت ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، لیکن مغربی افواج مسلمانوں کو اپنے جانوروں جتنی اہمیت دینے کو بھی تیار نہیں ہیں۔

عراق وشام میں پانچ بڑی عسکری طاقتیں: امریکہ، روس، اسرائیل، ایران اور ترکی اپنے اپنے سٹریٹجک مفادات اور جنگ کے بعد کے فوائد میں حصہ پانے کے لئے اس کی چیر پھاڑ میں مصروف ہیں۔ روس کو بشار حکومت کی کمزوریوں کو ہاتھ میں کرکے مسلمانوں کے خون ومال کی بہتی گنگا سے ہاتھ دھونے ہیں تو امریکہ کو ایران سے فائدہ اُٹھا کر اس کو قابو میں بھی رکھنا ہے، ترکی کو کردوں کو کنٹرول کرنا ہے کہ وہ اس سے ملحقہ علاقے میں کرد ریاست بنانے میں ہی کامیاب نہ ہوجائیں، اور اسرائیل مسلمانوں کو اس قدر کمزور کرنا چاہتا ہے کہ وہ اس کی طرف منہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکیں، آپس میں ہی الجھتے رہیں اور اس کو اپنے ساتھ ہی جاری جنگ سے کوئی گزند نہ پہنچے۔

کفر کی طاقتوں کی مدد کرنے والی کبھی بشار الاسد کی افواج ہوتی ہیں، اور کبھی عراقی فوج۔ شیعہ ملیشیائیں، ایرانی پاسداران انقلاب اور مفاد پرست کرد قبائل امریکہ کے حاشیہ نشین بن کر ہلاکتیں بانٹتے ہیں۔ ایک

1 http://www.bbc.com/urdu/world-39427448

2 http://www.dw.com/ur/a-۳۸۰۸۲۶۳

طرف امریکہ ۷ اپریل ۲۰۱۷ء کو شام کے عسکری مراکز پر ۵۹ کروز میزائل کے ذریعے باضابطہ جنگ اور تباہی وبربادی مسلط کرتا ہے تو دوسری طرف امریکہ کے اشاروں پر چلنے والے برطانیہ کی فوجیں رقہ میں بشار کی افواج کی قیادت کررہی ہوتی ہیں۔ پھر یہی امریکہ بشار فوج کے ہمراہ، اکتوبر ۲۰۱۷ء میں رقہ کو بدترین بمباری سے صفحہ ہستی سے ہی مٹادیتا ہے۔ روسی میجر جنرل ایگور کونسشی نوف کا کہنا تھا

"رقہ کو ڈریزڈن شہر کی [جنگ عظیم دوم] ۱۹۴۵ء والی قسمت ملی ہے جس کا امریکی بمباری سے صفایا ہو گیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایسا لگتا ہے کہ مغرب کو اب رقہ میں مالی امداد پہنچانے کی بہت جلدی ہے کیونکہ وہ وہاں ہونے والے جرائم کی شہادتوں کو چھپانا چاہتے ہیں۔"[1]

ایک طرف امریکہ ایران کو دہشت گرد اور شیطانی طاقت کی دہائی دیتا ہے تو دوسری طرف موصل میں ایرانی پاسدارانِ انقلاب کی سپاہ اور اس کی تائید یافتہ شیعہ تنظیمیں امریکی قیادت میں پیش قدمی کررہی ہوتی ہیں۔ عراق کے دوسرے بڑے شہر موصل میں کتنی ہلاکت ہوئی؟ بی بی سی کی زبانی:

"موصل کی جنگ کو دوسری جنگِ عظیم کے بعد شہری علاقے میں ہونے والی سب سے بڑی لڑائی سمجھا جارہا ہے۔ لڑائی کے اختتامی ہفتوں میں پانچ ہزار سے زیادہ مقامات تباہ ہوئے۔ ان میں سے ۹۸ فیصد رہائشی عمارتیں تھیں جو زیادہ تر شہر کے قدیمی علاقے میں واقع تھیں۔ لڑائی کے دوران ۱۳۰ کلومیٹر طوالت کی سڑکیں بھی تباہ ہوئیں جن میں سے ۱۰۰ کلومیٹر سڑکیں مغربی موصل کی تھیں۔ اتحادی افواج کے طیاروں کی بمباری سے دریائے دجلہ پر بنائے گئے وہ پانچوں پل بھی تباہ ہوگئے جو شہر کے مشرقی اور مغربی علاقوں کو ملاتے تھے۔ شہر کا ہوائی اڈہ، ریلوے سٹیشن اور ہسپتالوں کی عمارتیں بھی کھنڈرات کی شکل اختیار کرگئی تھیں۔ عراقی حکومت کے اندازوں کے مطابق موصل میں صحتِ عامہ کی ۸۰ فیصد سہولیات تباہ ہوچکی ہیں۔ موصل عراقی صوبے نینوا میں صحت کی سہولیات کا سب سے بڑا مرکز تھا۔"[2]

اتحادی ظالم اپنے منافقانہ حملوں اور چالبازانہ ہتھکنڈوں کے ذریعے دنیا کو دھوکہ دیتے ہیں، دراصل کفر سارے کا سارا ایک ہی ملت ہے، اور اس کے اعوان وانصار کا انجام بھی ان کے ساتھ ہی ہے۔ افسوس کہ صہیونی میڈیا اوّل تو ہلاکتوں کی یہ خبریں نشر نہیں کرتا، اور اگر نشر کر بھی دے تو اس میں حقائق اور خیر وشر کی قوتوں کا اس قدر مسخ شدہ اور خلافِ حقیقت تذکرہ ہوتا ہے کہ انتشار اور مغالطوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

1 http://www.bbc.com/urdu/world-41716563

2 http://www.bbc.com/urdu/world-40925721, dated 15/8/17

عراق کی جنگ کی حقیقت

آج عراق میں بغداد حکومت کی فتح وکامرانی کی بات ہوتی ہے، اور ہمارا مغرب نواز میڈیا ۱۴سال بعد فتح کامل اور امن وسکون کی نوید سناتا ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ امریکہ وبرطانیہ کی قیادت میں اتحادی افواج، جس نے صدام حسین کے عراق پر تباہ کن یلغار کی، ان دونوں ممالک کے اپنے تحقیقی ادارے عراق پر اس جارحیت کو سراسر ظلم قرار دیتے ہیں۔ امریکہ نے جن کیمیائی ہتھیاروں کی بنا پر عراق کے خلاف فوجی اقدام کیا تھا، دنیا بھر میں یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ کیمیائی ہتھیاروں کا یہ بہانہ سراسر جھوٹ اور عالمی سازش تھی، اور صدر بش نے جھوٹ بول کر اپنے مادی مفادات اور مشرقِ وسطیٰ کو جنگ میں جھونکنے کے لئے عراق پر عسکری جارحیت کرکے اس کو تباہ وبرباد کیا۔ آج یہ فتح اس ظلم ودرندگی کی تکمیل کی خوشی میں ہے جس کے ہر ہر قدم سے دہشت وبربریت ٹپک رہی ہے اور اس کا سارا انحصار جھوٹ اور منافقت پر ہے۔

عراق پر مارچ ۲۰۰۳ء میں ہونے والی اس امریکی یلغار کی اصل تائید برطانیہ نے کی، لیکن دونوں ممالک کی پارلیمنٹوں کے اندر اس کے خلاف شدید مزاحمت ہوئی۔ آخر کار برطانوی پارلیمنٹ کو اپنے وزیر اعظم ٹونی بلیئر کے اس اقدام کی تفتیش کے لئے ۲۰۰۸ء میں ایک کمیشن قائم کرنے میں کامیابی ملی جس کی رپورٹ سات برس کی مسلسل تحقیق اور تاخیری حربوں سے نمٹنے کے بعد جولائی ۲۰۱۶ء کو اس نتیجے کے ساتھ سامنے آئی کہ ''برطانیہ کی عراق پر یلغار میں امریکہ کا ساتھ دینا سراسر زیادتی اور ظلم'' ہے:

① ۲۶ لاکھ الفاظ پر مشتمل، اور دس لاکھ پاؤنڈ کے اخراجات کے نتیجے میں تیار ہونے والی برطانیہ کی سرکاری انکوائری کمیشن کے چیئرمین سر جان چلکوٹ Chilkot نے یہ قرار دیا کہ

''عراق کے وسیع پیمانے پر تباہی والے ہتھیاروں سے درپیش خطرات کی سنجیدگی کے بارے میں رائے کو جس یقین کے ساتھ پیش کیا گیا تھا، اسے ثابت نہیں کیا جاسکا۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جن حالات کی بنا پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ برطانوی فوجی کارروائی کے لیے قانونی جواز موجود ہے، وہ کہیں سے اطمینان بخش نہیں تھے۔ جمع کی گئی خفیہ معلومات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عراق کیمیائی اور بائیولوجیکل ہتھیار بنانے یا جوہری ہتھیار بنانے کی کوشش جاری رکھے ہوئے تھا۔

جنگ کے قانونی جواز پر کوئی بحث نہیں کی گئی اور برطانیہ نے اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کے اختیارات کی اہمیت کو کم کیا۔

ٹونی بلیئر نے صدر بش کو لکھا کہ ''جو کچھ بھی ہو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔''[1]

---

1 بی بی سی، اردو ۶ جولائی ۲۰۱۶ء... اور ۲۹ مئی ۲۰۱۴ء

یاد رہے کہ اس کمیشن کے سامنے دو بار برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر اور سو سے زیادہ گواہوں کو بیانات کے لئے طلب کیا گیا اور امریکی صدر جارج بش اور برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر کی گفتگو کی ۱۳۰ ریکارڈنگز کو بھی سامنے رکھا گیا، جن کے اصل متن کو دونوں ممالک کے تعلقات متاثر ہونے کے خدشے کے پیش نظر ۳۰ برس سے پہلے شائع نہیں کیا جائے گا۔

برطانیہ کے اس ناجائز اقدام کی مذمت، اپریل ۲۰۰۳ء میں صدام حکومت پر جارحیت کے وقت برطانوی نائب وزیر اعظم جان پریسکوٹ نے بھی کی، بی بی سی کو انٹرویو میں آپ کہتے ہیں:

”برطانیہ اور امریکہ کا عراق پر حملہ غیر قانونی تھا۔“ برطانوی اخبار 'سنڈے مرر' میں اُنھوں نے لکھا کہ ”انھیں تاحیات اس تباہ کن فیصلے کے ساتھ زندگی بسر کرنی ہوگی۔“

لارڈ پریسکوٹ نے کہا کہ وہ اب 'انتہائی غم وغصے' کی حالت میں اقوامِ متحدہ کے سابق سیکریٹری جنرل کوفی عنان سے متفق ہیں کہ ”یہ جنگ غیر قانونی تھی۔“

انھوں نے لیبر پارٹی کے جیرمی کوربن کی اپنی پارٹی کی جانب سے معافی مانگنے پر تعریف کی۔

لارڈ پریسکوٹ نے یہ بھی لکھا کہ مارچ میں حملے سے قبل امریکی صدر جارج ولیم بش کے نام برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر کا پیغام کہ ”چاہے کچھ بھی ہو، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔“ تباہ کن تھا۔

”کوئی دن ایسا نہیں جاتا جب ہم جنگ میں جانے کے فیصلے کے بارے میں نہیں سوچتے۔ ان برطانوی فوجیوں کے بارے میں جنھوں نے اپنی زندگی دی اور اپنے ملک کے لیے زخم اُٹھائے۔ ان پونے دو لاکھ لوگوں کی موت کے بارے میں جو صدام حسین کو ہٹانے اور ہمارے پینڈورا باکس کھولنے کے نتیجے میں واقع ہوئیں۔“[1]

④ ہالینڈ کے اسی مسئلے پر قومی تحقیقاتی کمیشن کی رائے بھی اس سے مختلف نہیں، بلکہ یہ کمیشن تو ہالینڈ کے اپنی افواج بھیجنے کو اقوامِ متحدہ کی قراردادوں سے تجاوز بھی قرار دیتا ہے۔ جنوری ۲۰۱۰ء میں ڈوئچے ویلے نامی مستند جرمن نیوز ایجنسی میں چھپنے والی رپورٹ بتاتی ہے کہ

”بین الاقوامی قانون کے تحت ۲۰۰۳ء میں عراق پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے حملے کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا۔ ڈچ آزاد کمیشن کو امریکی سربراہی میں لڑی جانے والی عراق جنگ میں ہالینڈ کے کردار کی

---

http://www.bbc.com/urdu/world/۱۶۰۷۰۶/۰۷/۲۰۱۶_salient_point_chilcot_fz

1 بی بی سی، اردو، ۱۰ جولائی ۲۰۱۶ء...

http://www.bbc.com/urdu/world/۱۶۰۷۱۰/۰۷/۲۰۱۶_iraq_war_illegal_deputy-pm_mb

چھان بین کا کام سونپا گیا تھا۔ اس تحقیقاتی پینل کے مطابق 'دی ہیگ' نے عراق حملے میں کوئی کردار ادا نہیں کیا۔

تحقیقاتی کمیشن کے چیئرمین ولی برورڈ ڈیوڈز نے دی ہیگ میں صحافیوں کو بتایا کہ بین الاقوامی قوانین عراق جنگ کے لئے کوئی بنیاد فراہم نہیں کرتے تھے تاہم ان کے مطابق ہالینڈ حکومت نے "اس غیر مقبول جنگ کی عسکری نہیں بلکہ سیاسی حمایت کی۔" کمیشن کے مطابق ٹھوس بنیاد کی عدم موجودگی کے باوجود جارج بُش کے جنگ کے فیصلے کی حمایت کی گئی۔

کمیشن کے چیئرمین نے مزید بتایا کہ منطقی طور پر اقوام متحدہ کی قرار داد نمبر ۱۴۴۱ کے الفاظ کی تشریح اُس طرح سے نہیں ہو سکتی ہے جس طرح عراق میں امریکی فوجی مداخلت کے وقت ہالینڈ حکومت نے کی۔ "اقوام متحدہ کی قرارداد ۱۴۴۱ کی تشریح یہ نہیں ہے کہ سلامتی کونسل کے چند رکن ممالک کونسل کی قراردادوں کے اطلاق کے لئے کسی دوسرے ملک کے خلاف فوجی کارروائی کریں۔"

سلامتی کونسل نے ۲۰۰۲ء میں یہ قرار داد منظور کرتے ہوئے عراق کو 'تخفیفِ اسلحہ کے ضوابط پورے کرنے کا آخری موقع' فراہم کیا تھا۔"[1]

④ خود جارج بش نے جب اپریل ۲۰۰۳ء میں عراق پر فوج کشی کا آغاز کیا تو اس پر امریکی کانگرس میں شدید تنقید ہوئی اور جارج بش کو جھوٹ در جھوٹ کا مرتکب قرار دیا گیا... ۲۰۰۳ء میں بی بی سی کی رپورٹ:

"بی بی سی کو پتہ چلا ہے کہ سی آئی اے نے امریکی صدر جارج بُش کی طرف سے عراق کے ایٹمی عزائم کو جنگ کا جواز بنانے سے پہلے حکومت کو خبر دار کیا تھا کہ یہ دعوے غلط ہیں۔ سی آئی اے نے بی بی سی کو بتایا ہے کہ عراق کی نائجر سے یورینیم خریدنے کی کوشش کی اطلاعات کے غلط ہونے کے بارے میں شک کا اظہار صدر جارج بُش کے کانگرس سے اہم خطاب سے کم از کم دس ماہ پہلے کر دیا گیا تھا۔

منگل کے روز وائٹ ہاؤس نے پہلی بار باضابطہ طور پر اعتراف کیا کہ عراق کی نائجر سے یورینیم خریدنے کے بارے میں اطلاع غلط ثابت ہوئی تھی اور صدر کے کانگرس سے خطاب میں اس کا ذکر نہیں ہونا چاہیے تھا۔ تاہم سی آئی اے کی فراہم کردہ معلومات سے پتہ چلتا ہے کہ امریکی انتظامیہ کو صدر بش کی تقریر سے بہت پہلے، نہ کہ صدر بُش کے خطاب کے بعد پتہ چلا تھا کہ عراق کے بارے میں یورینیم کی خرید کا دعویٰ غلط ہے۔ سی آئی اے کا کہنا ہے کہ ایک سابق امریکی سفیر نے مارچ ۲۰۰۲ء میں عراق کے بارے میں اس خبر کو غلط قرار دیا تھا اور یہ بات صدر بُش کے خطاب سے بہت پہلے وائٹ ہاؤس

1 http://www.dw.com/ur/..../a-۵۱۱۵۳۶۷

سمیت مختلف سرکاری محکموں کو بتادی گئی تھی۔ ایک سابق امریکی سفیر جوزف ولسن بیان دے چکے ہیں کہ وہ عراق کے خلاف الزامات کی تحقیق کرنے افریقہ گئے تھے اور انہیں اس بابت کوئی ثبوت نہیں ملا۔ برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر اور امریکی صدر جارج بش دونوں نے عراق کی طرف سے نائجر سے یورینیم خریدنے کا ذکر کیا تھا لیکن جن دستاویزات کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا گیا وہ جعلی ثابت ہوئیں۔

برطانوی وزیر اعظم کو برطانوی ارکان پارلیمان کی طرف سے عراق کے خلاف جنگ کے حق میں تیار کی جانے والی دستاویزات کے حقیقت پر مبنی ہونے کے بارے میں سوالات کا سامنا ہے۔ امریکہ میں بھی اس بارے میں بتدریج سوالات اٹھائے جا رہے ہیں۔

جارج بُش نے جنگ سے پہلے کانگرس میں اپنے خطاب میں کہا تھا کہ

"برطانوی حکومت کو پتہ چلا ہے کہ صدام حسین نے حال ہی میں افریقہ سے بڑی مقدار میں یورینیم حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔"[1]

مذکورہ بالا خبریں مستند برطانوی اور جرمنی نیوز ایجنسیوں: بی بی سی اور ڈوئچے ویلے کی خبروں کے اصل اقتباسات پر مبنی ہیں جن سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ صدر بش نے عراق پر حملہ کرتے ہوئے جن جھوٹے الزامات کا سہارا لیا، اس پر امریکی سی آئی اے پہلے ہی اعتراضات عائد کر چکی تھی، جب صدر بش سے کچھ جواب بن نہ پڑا تو انہوں نے ٹونی بلیئر کی برطانوی حکومت کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا کہ ان کے پاس نائجر سے عراق کے کیمیائی ہتھیاروں کی خریداری کے ثبوت موجود ہیں۔ لیکن اس بات کو تسلیم نہ کرتے ہوئے نائجر حکومت نے برطانوی حکومت پر مقدمہ کر دیا، اور یونان میں وکلا کی ایک تنظیم نے بھی اس سلسلے میں عالمی عدالت انصاف میں کیس دائر کیا:

"بی بی سی کی رپورٹ .... بلیئر پر امریکہ کی بے لاگ تقلید کا الزام لگایا جاتا ہے۔ یونان میں وکلا کا ایک گروپ سوموار کو ہیگ میں قائم جرائم کی عالمی عدالت میں برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر اور ان کی حکومت کے خلاف عالمی قوانین کی خلاف ورزی کا مقدمہ دائر کر رہا ہے۔ ان وکلا کا کہنا ہے کہ برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر، ان کی حکومت اور دوسرے اعلیٰ حکام نے عراق پر حملے میں عالمی قوانین کی خلاف ورزی کی ہے۔ وکلا کے مطابق عراق پر حملے کے لیے جن قوانین کی خلاف ورزی کی گئی ہے ان میں اقوام متحدہ کا منشور، حقوق انسانی کا جنیوا کنونشن اور ہیگ کی عالمی عدالت کے قوانین شامل ہیں۔

دوسری طرف خود برطانیہ میں بھی یہی تنازعہ چل رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ حکومت نے عراق پر حملے

---

1 http://www.bbc.com/urdu/news/٠٣٠٧٠٩_bush_cia.shtml

کے لیے جو الزامات عائد کئے تھے، ان میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا تھا۔
ادھر نائجر کے وزیر اعظم نے بھی مطالبہ کیا ہے کہ برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر اس بات کے ثبوت مہیا کریں کہ نائجر نے عراق کو یورینیم فروخت کرنے کی کوشش کی تھی۔ امریکہ نے بھی یہ الزام لگایا تھا کہ عراق کے معزول صدر صدام نے ایٹمی ہتھیار بنانے کے لیے نائجر سے یورینیم خریدنے کی کوشش کی تھی تاہم بعد میں اس الزام کو جعلی دستاویزات پر مبنی قرار دے دیا تھا۔ جبکہ برطانیہ مصر تھا کہ اس کے پاس اس بات کے اپنے ثبوت ہیں۔"[1]

④ عراق پر ناجائز حملہ کا معاملہ اس قدر واضح ہے کہ اپنی افواج کے اس حملہ میں شرکت کرنے پر آسٹریلیا کے وزیر اعظم جان ہاورڈ نے باضابطہ معافی مانگی۔ ۱۲؍ جولائی ۲۰۰۳ء کو بی بی سی کی رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں:
"آسٹریلیا کے وزیر اعظم جان ہاورڈ نے عراق پر جنگ کے دوران غلط خفیہ رپورٹوں کی بنیاد پر امریکی سالاری میں آسٹریلوی دستوں کی شمولیت کو جائز قرار دینے پر معافی مانگی ہے۔
ہاورڈ نے پارلیمان سے خطاب کے دوران عراق کے لیے فوج روانہ کرنے کے لیے ان دعوؤں کا حوالہ دیا تھا جن میں کہا گیا تھا کہ عراق نے ایک افریقی ملک نائجر سے یورینیم خریدنے کی کوشش کی ہے۔
تاہم عراق پر عائد کردہ یہ تمام الزامات اب غلط ثابت ہو چکے ہیں۔
دراصل ہاورڈ کو خفیہ امور سے براہِ راست مطلع کرنے والا نیشنل اسیس منٹس کا دفتر پہلے ہی آگاہ تھا کہ عراق سے متعلق موصول شدہ اطلاعات شکوک پر مبنی ہیں لیکن یہ دفتر وزیر اعظم ہاورڈ کو اس بات سے باخبر رکھنے میں ناکام رہا تھا۔ نیشنل اسیس منٹس کے دفتر کے علاوہ دیگر جاسوس ایجنسیاں بھی حکام کو اس بات سے باخبر نہیں رکھ سکیں۔
جان ہاورڈ نے ملکی پارلیمان کو گمراہ کرنے پر معافی طلب کی اور کہا کہ انہوں نے دانستہ طور پر پارلیمان سے غلط بیانی نہیں کی تھی۔ تاہم یہ بات انتہائی شرمناک ہے کہ کئی ماہ سے آسٹریلوی خفیہ ایجنسیوں کے علم میں ہونے کے باوجود وزیر اعظم ہاورڈ کو اس بات سے آگاہ نہیں کیا گیا کہ عراق سے متعلق افریقی یورینیم حاصل کرنے کے دعوے مشکوک تھے۔"

⑤ عراق میں بڑے پیمانے پر تباہی پھیلا سکنے والے ہتھیاروں کا سراغ لگانے پر مامور اقوام متحدہ کے معائنہ کاروں کے سربراہ ہانس بلکس اور عالمی ادارہ برائے جوہری توانائی کے سربراہ محمد البرادعی کا عراق کے

---

1 بی بی سی، اردو: ۲۸ جولائی ۲۰۰۳ء...
http://www.bbc.com/urdu/news/۰۳۰۷۲۸_blaircase_sen.shtml

بارے میں موقف ملاحظہ کریں۔ ہانس کے ساتھ امریکی حکومت نے کیسا بدترین سلوک روا رکھا، اس کی تفصیل بی بی سی کی اس رپورٹ میں ہے:

''اقوام متحدہ کے اسلحہ کے معائنہ کاروں کے سربراہ ہانس بلکس نے امریکی وزارتِ دفاع کے کچھ عناصر پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ 'حرامزادے' ان کی تین سالہ سربراہی کے پورے دور میں ان کی جڑیں کاٹتے رہے۔

نیویارک میں واقع اقوام متحدہ کی اکتیس منزلہ عمارت میں اپنے دفتر میں برطانوی اخبار دی گارڈین کو ایک خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے ہانس بلکس اتنے بپھرے ہوئے تھے کہ اپنے اعلیٰ عہدے کے لحاظ سے سفارتی آداب کی نفی کرتے ہوئے انہوں نے شدید غصّہ کی حالت میں واشنگٹن اور عراق دونوں جگہ موجود اپنے مخالفین کا تذکرہ گالم گلوچ سے کیا۔

ہانس بلکس نے الزام عائد کیا کہ 'واشنگٹن میں مجھ سے حسد کرنے والے موجود ہیں جنھوں نے ساری گڑبڑ پھیلائی۔ یقیناً اُنہوں نے ہی ذرائع ابلاغ میں گھٹیا خبریں چھپوائیں۔ ہانس بلکس نے مزید الزامات عائد کرتے ہوئے کہا کہ بش انتظامیہ ان کے معائنہ کاروں پر دباؤ ڈالتی رہی کہ وہ اپنی رپورٹوں میں مزید پھٹکارے جانے والی زبان استعمال کریں۔

گزشتہ نومبر میں جب وہ چار سال کے وقفے کے بعد ایک بار پھر نئے سرے سے حساس ہتھیاروں کے معائنے کے لئے عراق پہنچے تو بھی امریکی محکمۂ دفاع کے عناصر یہ کہہ کہہ کر اس کام کے لئے عمر گزار دینے والے ماہر کی چمڑی ادھیڑتے رہے کہ وہ اس کام کے لئے بدترین انتخاب ہیں۔

ممکن تھا کہ عراقی حکومت ہتھیاروں سے متعلق اقوام متحدہ کی کسی قرارداد پر عمل درآمد کرتی لیکن ایسا صرف اس لئے ہوا کہ علاقے میں دو لاکھ امریکی فوج موجود تھی۔ لیکن جیسے جیسے عراق پر امریکی حملے کا وقت قریب آیا، ان کے معائنہ کاروں پر عراق کے خلاف سخت زبان استعمال کرنے کے لئے دباؤ پڑنا شروع ہو گیا۔''[1]

⑥ عراق پر امریکی جارحیت عالمی قوانین کی خلاف ورزی ہے: ہانس بلکس

''اقوام متحدہ کے سابق اسلحہ انسپکٹر ہانس بلکس نے زور دے کر کہا ہے کہ عراق پر امریکہ کا حملہ غیر قانونی اور عالمی قوانین کی خلاف ورزی تھی۔ ہانس بلکس نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ دنیا کے اکثر ماہرین قانون کا کہنا ہے کہ عراق پر امریکہ کا حملہ اقوام متحدہ کے منشور کی خلاف ورزی تھی۔ اقوام

1 http://www.bbc.com/urdu/news/۰۳۰۶۱۱_blix_pentagon_si.shtml

متحدہ کے منشور میں رکن ممالک کو اپنے خلاف ہونے والی جارحیت کے مقابلے کی اجازت دی گئی ہے لیکن برطانیہ اور امریکہ کو صدام کی جانب سے حملے کا خطرہ درپیش نہیں تھا۔ ہانس بلکس نے اس بات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ "اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل بھی عراق پر امریکہ اور برطانیہ کے حملے کے خلاف تھی، اور کہا عراق پر حملے کا کوئی قانونی جواز نہیں تھا۔" ہانس، محمد البرادعی سے پہلے ایٹمی توانائی کی عالمی ایجنسی کے سولہ سال تک سربراہ رہ چکے ہیں، اس لئے وہ عراق کے فوجی ہتھیاروں کے معاملے سے آگاہ تھے۔ وہ صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ عراق میں عام تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی موجودگی ایک ہتھکنڈہ تھا جس کو امریکہ اور برطانیہ نے عراق کے خلاف جارحیت کے سلسلے میں رائے عامہ کو دھوکہ دینے کے لئے استعمال کیا۔ ہانس بلکس نے یہ بھی کہا ہے کہ عراق میں القاعدہ کے جنگجو نہیں تھے بلکہ عراق پر امریکی حملے کے بعد القاعدہ اور بعض دوسرے دہشت گرد گروہ عراق میں داخل ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عراق پر امریکی حکومت کے حملے کے بعد دہشت گردی کو فروغ ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ نے عراق کی توانائی کے ذخائر اور تیل تک رسائی کے پیش نظر عراق پر حملہ کیا۔ اب عراق پر امریکی حملے کے خفیہ مقاصد پہلے سے زیادہ کھل کر سامنے آچکے ہیں۔ اور عالمی رائے عامہ امریکی صدر جارج بش پر جھوٹ بولنے اور دہشت گردی کے خطرے کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کا الزام لگا رہی ہے۔ عالمی رائے عامہ کا خیال یہ ہے کہ بش پر عراق میں جنگی جرائم انجام دینے کے الزام میں مقدمہ چلایا جانا چاہئے۔"[1]

⑦ عراق پر جارحیت اور قبضے کی وجوہات میں اہم چیز دراصل عراق کے تیل کی دولت ہے۔ عراق میں ۱۹۷۰ء کے جائزے کے مطابق سعودی عرب اور ایران کے بعد سب سے زیادہ تیل کے ذخائر پائے جاتے ہیں، لیکن ۲۰۰۳ء سے پہلے کے ۱۵ سالوں میں عراقی تیل کی اوسط یومیہ پیداوار ایک لاکھ بیرل سے نہیں بڑھ سکی جبکہ عراق پر امریکی قبضہ کے بعد چھ لاکھ بیرل یومیہ سے تجاوز کر چکی ہے، اور سعودی عرب کی ۸ لاکھ بیرل اوسط یومیہ پیداوار ہے۔ جب عراق پر امریکی قبضہ ہے تو اس کے فیصلے اور تیل آمدن سے بھی اصل قابض کو ہی مالی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بعید نہیں کہ 'امریکی شیل' دراصل عرقی تیل ہی ہو۔ اب بھی (نومبر ۲۰۱۷ء) کٹھ پتلی عراقی حکومت کے پیش نظر تباہ ہونے والے شہروں کی بحالی کا کوئی پلان اور منصوبہ نہیں، نہ اس کے لئے کوئی رقم مختص کی گئی ہے۔ امریکی اتحاد اور عراقی حکومت نے جنگ کے بعد تباہ ہونے والے شہروں کی بحالی کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جس کا آج تک کوئی اجلاس نہیں ہو سکا۔

1 http://urduold.ws.irib.ir/

عراقی سابقہ وزیر خارجہ اور سابق وزیر خزانہ حسین زیباری اس حوالے سے عراقی وزیر اعظم حیدر العبادی پر شدید تنقید کرتے ہیں کہ وہ فوجی آپریشن تک اس اہم انسانی مسئلے کو مسلسل نظر انداز کر رہے ہیں۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ عراقی حکومت کی ترجیحات کا فیصلہ امریکہ سے کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا رپورٹس مغربی اداروں کی ویب سائٹس پر آج بھی موجود ہیں، جو امریکی ظلم کا کھلا ثبوت ہیں۔ ان سے علم ہوتا ہے کہ امریکہ نے مشرق وسطیٰ میں موجود دو لاکھ فوجیوں کے ذریعے جنگ شروع کرنے کے لئے کیمیائی ہتھیاروں کا جو جواز تراشا تھا، اس پر سب سے پہلے امریکی سی آئی اے اور امریکی کانگرس میں آواز اُٹھی۔ اس وقت کی امریکی وزیر خارجہ کونڈا لیزا رائس نے خود یہاں تک اعتراف کیا کہ جارج جونیئر بش کی بات تو غلط ہے تاہم یہ عمداً جھوٹ نہیں بلکہ ان کو غلطی لگی ہے۔ امریکہ نے یہ عذرِ لنگ تراشا کہ امریکی سی آئی اے کو ان الزامات کے غلط ہونے کا علم تھا اور ان کے غلط ہونے کی تحقیق تو امریکی ادارے کر چکے تھے، لیکن یہ بات جارج بش کے علم میں نہ آسکی۔ یہی جواز آسٹریلیا کے وزیر اعظم نے بھی پیش کیا کہ آسٹریلین اداروں کو علم ہونے کے باوجود اُنہیں اس کی خبر نہ ہوسکی۔ پھر اپنے جھوٹے موقف کو جواز دینے کے لئے امریکہ نے برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیئر کی ناجائز تائید کو استعمال کیا، جنہوں نے نائجر سے کیمیائی ہتھیاروں (یورینیم کی خرید) کی آمد کا الزام لگایا، لیکن ایک طرف اس الزام کو نائجر حکومت نے چیلنج کر دیا تو دوسری طرف عالمی ادارہ انصاف میں اس جرم کے خلاف شکایت بھی دائر کی گئی۔ اس دوران امریکہ اقوام متحدہ کے ہتھیاروں کے نگرانوں کو بھی دھمکاتا رہا، اور اقوام متحدہ کی قرار دادوں کا بھی اس نے استحصال کیا۔ مزید برآں امریکہ کے اس غلط اقدام کو ہالینڈ کے قومی کمیشن اور آسٹریلیا کے وزیر اعظم نے ناجائز قرار دیتے ہوئے اپنی قوموں سے معافی مانگی۔ اب جب سارا انحصار برطانوی وزیر اعظم بلیئر پر تھا تو ۲۰۰۹ء میں شدید اصرار کے بعد برطانوی پارلیمنٹ نے تحقیقاتی کمیشن بنوانے میں کامیابی حاصل کی تو اس کی رپورٹ پر تاخیری حربے استعمال کئے گئے، آخر کار ایک سال قبل برطانیہ نے بھی ٹونی بلیئر کی زیادتی، غیر قانونی اقدام اور ناکافی ثبوتوں کا اعتراف کر لیا۔ اس ساری صورتحال میں کبھی ایسی خبریں بھی آئیں کہ امریکی فوجیوں کو کیمیائی ہتھیار تو ملے ہیں لیکن انہوں نے کسی کو دکھانے سے قبل خود ہی ضائع کر دیے۔ تاہم اس طرح کے الزامات اور دعوؤں کو کسی نے قبول نہ کیا، جس کی تصدیق مختلف ممالک کی باضابطہ رپورٹس آج بھی کرتی ہیں۔ میڈیا، تہذیب و تمدن اور انسانی حقوق کے اس 'روشن دور' میں بھی عراقی مسلمانوں پر ہونے والا یہ ایسا سنگین ظلم ہے جس کی مثال چنگیز و ہلاکو کے دور سے بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ یہ ہے انصاف، امن اور انسانی حقوق کے مغربی نعروں کی حقیقت!!

مارچ سے مئی ۲۰۰۳ء کے دوران ساٹھ دنوں تک جاری رہنے والی جنگ میں آخر امریکہ نے عراق پر غاصبانہ تسلط جما لیا، اور اس کے بعد امریکی غاصب فوج وہاں دو سال تک خود قابض رہی، پھر اسی فوج نے دسمبر

۲۰۰۶ء میں صدام حسین کو عید الاضحیٰ کی صبح تختہ دار پر لٹکا دیا، اس کے بعد امریکیوں نے پہلے خود اور پھر شیعہ حکام کی کٹھ پتلی حکومتیں قائم کر دیں جو آج تک مختلف صورتوں میں چلی آ رہی ہیں۔ ان کے مقابلے میں جو قوتیں منظم ہوئیں، (جن کی اصل حقیقت اللہ ہی جانتا ہے) آج عالمی میڈیا ان کو دہشت گرد کہتے ہوئے نہیں تھکتا اور یہی غاصب امریکی حکومت جب اپنی کٹھ پتلیوں کے ذریعے عراقی شہروں پر اپنی حکومت کو مستحکم کرتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ باغی جو دراصل عراق کے مظلوم شہری اور مزاحمت کار ہیں، کو شکست دے دی گئی ہے۔

⑧ جب عراق پر امریکہ کا سارا حملہ ہی سرے سے ناجائز ہے، اور امریکہ سمیت برطانیہ، ہالینڈ اور آسٹریلیا اس پر اپنی اپنی پارلیمنٹ سے معافی مانگتے رہے ہیں، تو اس کے نتیجے میں بننے والی امریکی حکومت... جس کی قیادت کی ذمہ داری 'دہشت گردی کے امریکی ماہر' جان پریمر کو سونپی گئی تھی...ہی ناجائز اور ظلم در ظلم کی داستان ہے۔ لیکن افسوس کہ 'مہذب مغربی دنیا' میں انصاف کی نہیں، طاقت اور لاٹھی کی حکومت ہے، اور اسلام و مسلمانوں کا اس دنیا میں کوئی سہارا نہیں۔ بی بی سی کے سیکولر نامہ نگار وسعت اللہ خاں نے مئی ۲۰۰۳ء میں عراق کا دورہ کیا تھا، وہ اپنے دورہ کی یادداشتوں میں لکھتے ہیں:

"پال پریمر کے آرڈر نمبر ۲ سے القاعدہ اور داعش نے جنم لیا: آج ٹھیک تیرہ برس بعد جب میں اپنی عراقی یادیں کھنگال رہا ہوں تو یوں لگ رہا ہے کہ صدام حسین لاکھ برا سہی مگر اس کے بوٹوں نے عراقی فالٹ لائنز کو دبا کے رکھا ہوا تھا اور ملک میں ایک جبری امن قائم تھا۔ قابض طاقتوں نے صدام دور کے کلیدی ادارے یک لخت تحلیل کر کے گویا اس دیگ کا ڈھکن اُڑا دیا جس میں نسلی، علاقائی و مذہبی تضادات کا تیزاب اُبل رہا تھا۔ گویا پال بریمر کا فرمان نمبر ۲ شاید عراق میں القاعدہ اور پھر القاعدہ کے بطن سے داعش کی پیدائش کا اعلان تھا۔"[1]

یہاں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ۲۰۰۳ء میں امریکہ کی عراقی جارحیت کے وقت سعودی عرب امریکی اتحاد (جس میں برطانیہ، آسٹریلیا اور ہالینڈ وغیرہ شامل تھے) کا حصہ نہیں تھا، بلکہ سعودی عرب جو ماضی کی عراق ایران جنگ میں عراق کا قریبی حلیف اور بعد میں جنگ خلیج میں صدام کی جارحیت کا نشانہ بنا، اس کا موقف یہی تھا کہ صدام حسین کی حکومت کا خاتمہ عراق و شام کو ایک نہ ختم ہونے والی خانہ جنگی کا شکار کر دے گا۔ اس لئے امریکہ کو یہ ظلم نہیں کرنا چاہیے۔

عراق میں امریکی جنگ کی حقیقت کے تناظر میں مسلم حکمرانوں کے لئے سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ

---

1 بی بی سی اردو... ۶ جولائی ۲۰۱۶ء... وہ ایک فرمان جس نے داعش کو جنم دیا!!

http://www.bbc.com/urdu/world/١٦٠٧٠٥/٠٧/٢٠١٦_iraq_special_feature_part٢_rh

امریکہ اپنے دوست / ایجنٹ حکمرانوں کے ساتھ کیا سلوک رکھتا ہے، یہ امریکی سفیر اپریل گلیپسی April Glapsie ہی تھی جس نے صدام حسین کو یقین دلایا تھا کہ اگر وہ کویت پر حملہ کر دے تو امریکہ کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ اور یہ صدام حسین ہی تھا جس نے مشرق وسطیٰ میں پہلے ایران اور پھر کویت سے جنگ کا آغاز کر کے، عالم عرب میں سب سے پہلی خانہ جنگی کا آغاز کیا۔ آج مشرق وسطیٰ میں ہونے والی ساری قتل و غارت صدام حسین کی ہٹ دھرمی اور مسلم امّہ سے کی جانے والی لڑائی کا شاخسانہ ہے۔ آج عراق کی یہ تباہی و بربادی، اس کے آمر صدام حسین کی بے وقوفانہ غلطیوں کا خراج ہے۔ ایران / عراق جنگ، پھر جنگ خلیج کے بعد امریکی پابندیوں میں ۱۰،۱۰ لاکھ کے قریب مسلمان ہلاک ہو گئے۔ پھر ۲۰۰۳ء میں امریکی قبضہ کے بعد ہلاک ہونے والی عراقی مسلمانوں کی تعداد ۵۰ لاکھ سے بھی تجاوز کر گئی۔ اور ایک بھرا پرا، زمینی وسائل سے مالا مال مسلم ملک تباہی و بربادی کی تصویر بنا بیٹھا ہے۔ اگر امریکہ اپنے دوستوں کے ساتھ اچھا رویہ رکھتا تو صدام حسین اس کا سب سے بڑا مستحق تھا، لیکن امریکی دوستی سراسر مفادات کی ہے جس کا مشاہدہ پاکستان کی فرنٹ لائن سٹیٹ بھی کر چکی ہے اور آئندہ بھی عراق ایسے امریکی ایجنٹ ایسے ہی انجام سے دوچار ہوتے رہیں گے۔

عراق کی جنگ اور اقوامِ متحدہ

امریکہ اور برطانیہ کی عراق پر مسلط کی جانے والی جنگ میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کا کیا حشر ہوا، اور سلامتی کونسل کا کس طرح استحصال ہوا، اس کا نقشہ بھی بڑا واضح ہے۔ اس سرکشی میں عالم کفر کے بڑے بڑے ممالک کس طرح اس کا ساتھ دیتے رہے، حالانکہ انہیں اس کے بعد اپنے اپنے ایوانوں اور عوام سے معافی بھی مانگنا پڑی۔ اقوامِ متحدہ ہوں یا عالمی عدالتیں، یہ صہیونی ادارے مسلمانوں پر ظلم کرتے ہوئے یکجان ہوتے ہیں، اس سلسلے میں کوئی قانون اور ضمیر کی خلش اُن کے آڑے نہیں آتی۔ ان میں بعض اگر کہیں ظلم کو برا کہہ بھی دیں لیکن آخر کار ان کا عمل ظلم کی تائید و تعاون کا ہی ہوتا ہے۔ اقوام متحدہ ان کے مفادات کا تحفظ کرنے والی وہ لونڈی ہے، جو اس دست درازی پر اُف نہیں کر سکتی، نہ ہی ان کے ظالمانہ ہاتھ کو روک سکتی ہے۔ سیکرٹری جنرل کوفی عنان اس جارحیت کے ناجائز ہونے کا واویلا مچاتا رہا، لیکن اس سے امریکہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ تاہم یہ عالمی ادارے اگر کمزور کوئی زیادتی کر بیٹھیں تو ان کے خلاف جابر فرعون بن کر، جبر کو قانونی جواز دینے کو آن موجود ہوتے ہیں۔ اقوام متحدہ پر یہی اعتراض ترکی کے صدر طیب اردگان نے اس کی جنرل اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے کیا:

> "دنیا پر سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ممبران کی اجارہ داری ہے اور پوری دنیا کی قسمت کا فیصلہ ان کی مٹھی میں ہے۔ ان کے اختیارات نہایت ہی غیر اخلاقی، غیر قانونی اور غیر جمہوری ہیں۔ ان کی بدولت

انہوں نے پوری دنیا کو غلام بنا رکھا ہے اور اپنے اشاروں پر نچا رہے ہیں۔ یہ پانچ ممالک کبھی بھی کسی دوسرے ملک کو اپنے مفادات کے خلاف قدم اٹھانے کی اجازت نہیں دیتے اور ان تمام قراردادوں کو ویٹو کر دیتے ہیں جو ان کے یا ان کے حامی ملکوں کے خلاف ہوتی ہیں۔ ان پانچ ویٹو پاور رکھنے والے ملکوں نے اقوام متحدہ پر قبضہ کر رکھا ہے اور ان میں ایک بھی مسلم ملک نہیں ہے۔ اقوام متحدہ کی طرف سے مسلم ملکوں کے مسائل حل کرنے کی ذرہ برابر بھی سنجیدہ کوشش نہیں ہوتی بلکہ حل کرنے کی بجائے اور اُلجھا دیا جاتا ہے جبکہ عیسائیت کے معاملہ میں ان کا رویہ دوسرا ہوتا ہے۔"[1]

یہ بات بھی فکر انگیز ہے کہ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل ہی وہ مجاز ادارہ ہے جو کسی ملک کی زیادتی پر اقدام کر سکتا ہے، لیکن اس کے بجائے امریکہ و برطانیہ اپنے تئیں دوسرے ممالک پر چڑھ دوڑیں اور اقوام متحدہ خاموش بیٹھی رہی تو یہ اس کے عالمی کردار کی صریح نفی اور اس کی اہمیت کا انکار ہے۔ آج امریکہ کو طاقت حاصل ہے اور 'جس کی لاٹھی اس کی بھینس' کے ظلم پر اقوام متحدہ خاموش بیٹھی ہے تو کل اگر مسلم ممالک ایک طاقتور اتحاد بن کر امریکہ پر چڑھ دوڑیں اور اس کے صدر کو یوں ہی پھانسی کا فیصلہ سنا کر نافذ کر دیں تو کیا ان کے اس اقدام کو بھی گوارا کیا جائے گا، ایسا رویہ 'عالمی برادری' کے تصور کے سراسر انکار پر مبنی ہے۔

عراق پر امریکی جنگ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں حقیقی دہشت گرد کون ہے؟ وہ کون سے ممالک ہیں جنہوں نے ملکوں کی برادری میں بدمعاشی کو وتیرہ بنا رکھا ہے، اور نام لینے کو پہلے عراق میں انہوں نے انسانی حقوق کی پامالی کا بہانہ استعمال کر کے پابندیاں قائم کر کے ۱۰ لاکھ بچوں کو موت کے منہ میں سلا دیا، اور اب فرضی کیمیائی ہتھیار کا بہانہ بنا ڈالا۔ انسانی حقوق کا نعرہ کس کا استحصالی ہتھکنڈہ ہے، اور کون دنیا میں حقیقی ظلم کا ارتکاب کر رہا ہے؟ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے اصل مجرم کون ہیں؟ اور اپنے سامنے جائز مزاحمت کرنے والے حریت پسندوں کو بھی وہ دہشت گرد قرار دیتے ہوئے نہیں تھکتے۔ عراق پر امریکی ناجائز حملہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ تہذیب وتمدن کے نعرے لگانے والے ہی اصل دہشت گرد ہیں۔

اہل مغرب اپنے ہر اقدام کے ساتھ تکرار سے یہ کہتے ہیں کہ ہم دنیا کو بہتر بنانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ان کا دنیا کو بہتر بنانا، تمام انسانوں کے بجائے صرف ان کے ہم وطنوں اور ہم نسلوں کے لئے ہوتا ہے۔ وہ اپنے سوا دوسروں کو جانوروں جیسے حقوق دینے کو بھی آمادہ نہیں ہیں۔ اخلاقیات کے بڑے معیارات کا دعویٰ کرنے والے قوموں کے مجرم اور انسانیت کے قاتل ہیں۔ اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل کوفی عنان اپنی سوانح عمری Interventions: a life of war and peace میں لکھتے ہیں:

---

۱ سہ روزہ 'دعوت' دہلی، ۴ر اکتوبر ۲۰۱۶ء

"اقوامِ متحدہ صدام حسین سے پرامن مکالمہ کررہی تھی لیکن امریکہ نے بے صبری کا مظاہرہ کیا اور عراق پر حملہ کر دیا۔ جب کوفی عنان صدام حسین سے ملنے گئے تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا: 'ہم جانتے ہیں کہ بعض طاقتیں نہیں چاہتیں کہ آپ ہم سے ملیں۔' کوفی عنان کا موقف ہے کہ اگر امریکہ کچھ انتظار کرتا تو وہ جنگ روکی جاسکتی تھی۔

کوفی عنان اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھاتے ہیں کہ برطانوی اور امریکی پالیسی عراق کے لیے کچھ اور تھی اور اسرائیل کے لیے کچھ اور۔ وہ اسرائیل کی غلطیوں سے درگزر کرتے رہے لیکن عراق کو اس کی غلطیوں کی سزا دیتے رہے۔ کوفی عنان اپنی کتاب میں برطانوی لیڈر ٹونی بلیئر اور امریکی لیڈر جارج بش کی جارحیت کی سختی سے مذمت کرتے ہیں۔ کوفی عنان کی زندگی میں ایک لمحہ ایسا بھی آیا جس میں اُنہوں نے سچ بولا اور وہ اقوامِ متحدہ کی ملازمت سے برطرف کر دیے گئے۔ بی بی سی کے ایک انٹرویو کے دوران صحافی نے پوچھا: کوفی عنان! کیا امریکہ کا عراق پر حملہ غیر قانونی تھا؟

کوفی عنان نے جواب دیا: 'ہاں۔'

اس انٹرویو کے بعد کوفی عنان کے امریکی دوست Ted Sorenson نے، جو صدر کینیڈی کی تقریریں لکھا کرتے تھے، کوفی عنان کو ایک ای میل لکھا جس میں اس نے کوفی عنان کو پہلے سچ کہنے کی مبارکباد دی اور پھر یہ پیش گوئی کی کہ ایک سچے لفظ 'ہاں' کہنے کی وجہ سے وہ دوبارہ اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری نہیں بنیں گے۔ سورنسن کی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ کوفی عنان کو سچ بولنے کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔

کوفی عنان اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ القاعدہ، صدام حسین اور حزب اللہ عالمی امن کے لیے خطرہ ہیں لیکن وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ القاعدہ، حزب اللہ اور صدام حسین سے کہیں بڑا خطرہ اسرائیل، امریکہ اور برطانیہ ہیں کیونکہ وہ زیادہ طاقتور ہیں۔"[1]

کفار کا طریقۂ واردات: 'لڑاؤ اور حکومت کرو'

کفار کی ساری کوششیں منافقت، جھوٹ، ہیرا پھیری اور بددیانتی پر مبنی ہیں۔ انہیں مسلم امہ سے براہ راست جنگ کرنے کی ہمت نہ پہلے تھی، نہ آج ہے۔ وہ ہمیشہ پیچھے سے چھپ کر حملہ کرتے اور فرعونی سازشیں کرتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کی سرکشی اور چالبازی کا نقشہ یوں پیش کیا ہے:

1 http://www.humsub.com.pk/۲۲۶۱۰/khalid-sohail-/۲۵

﴿ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝٤ ﴾ (سورۃ القصص)

"فرعون نے زمین میں فساد و سرکشی کا راستہ اختیار کیا اور اس کے باشندوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیا، ایک جماعت کو وہ کمزور کرتا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، وہ بڑا ہی فسادی تھا۔"

تقسیم اور پھوٹ ڈال کر کسی ایک گروہ کی تائید کے ذریعے حکومت پر قبضہ جمانا، فرقوں میں بانٹنا اور مظلوموں کو دبانا فرعونی حکومت کا طریقہ ہے اور یہی مغربی طاقتوں کا وتیرہ ہے: Divide and Rule

عراق میں صدام حسین کی قیادت میں شیعہ سنّی عرصہ دراز سے اکٹھے رہ رہے تھے۔ یہی اکٹھے رہنے کے جذبات عراق پر یلغار کے وقت وہاں کے شیعہ سنّی حضرات کے بھی تھے کہ ہمیں آپس میں ٹکرانے سے بچنا ہو گا۔ سیکولر نامہ نگار وسعت اللہ خاں نے اسی دور ۲۰۰۳ء میں عراق کا دورہ کیا، اور ۲۰۱۶ء میں اپنی یادداشتوں میں لکھا کہ

"نجف میں محمد باقر الحکیم سے ملاقات ہوئی جو طویل جلاوطنی کاٹ کر تازہ تازہ ایران سے لوٹے تھے۔ اُنھوں نے دورانِ گفتگو ایسا فقرہ کہا جو آج بھی تازہ ہے 'اگر عراقی شیعوں اور سنیوں کو غیر عراقیوں نے ایک دوسرے سے بدظن نہ کیا تو ہم لبنانیوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ رہنا سیکھ لیں گے۔ بصورتِ دیگر عراق اور اردگرد کا خطہ زہریلے سانپوں میں گھر جائے گا۔" (تین ماہ بعد باقر الحکیم ایک دھماکے میں ہلاک ہو گئے)۔

آیت اللہ علی سیستانی سے پانچ منٹ کی ملاقات کا شرف ضرور حاصل ہوا۔ میں صرف ایک سوال پوچھ پایا: اب عراق کا مستقبل کیا ہے؟' جواب آیا: "امریکی جتنا جلد چلے جائیں، اتنی جلد زخم مندمل ہونے لگیں گے، ورنہ یکطرفہ پالیسیاں زخم کو ناسور بنا دیں گی۔" (امریکی اور اتحادی آٹھ برس بعد عراق سے لوٹے۔ تب تک زخم ناسور بن چکا تھا)"[1]

اسی قومی اتحاد کی تلقین صدام حسین نے روپوشی کے دوران قوم کے نام اپنے خط میں کی، ۱۴/ اگست ۲۰۰۳ء کو الجزیرہ نیٹ ورک پر صدام حسین کے خط کے اقتباسات پڑھے گئے:

"اگر عراق کے شیعہ حلقے لوگوں پر جہاد کے لئے زور دیں تو اس سے عراق کے عوام متحد ہو کر قابض افواج کے خلاف صف آرا ہو سکتے ہیں۔ اس خط میں ایک اعلیٰ شیعہ رہنما آیت اللہ علی سیستانی کے اس

---

1 بی بی سی اردو: وسعت اللہ خاں کی یادداشتیں: ۵ جولائی ۲۰۱۶ء

اعلان کا بھی خیر مقدم کیا گیا ہے کہ امریکی نگرانی میں بنایا جانے والا عراق کا آئین ناقابلِ قبول ہے۔''[1]

عراق پر ہونے والی یلغار بھی کچھ عراقی ہم وطنوں کی سازشوں کا ہی نتیجہ تھی، ان میں ایک شخص صدام حسین کا قریبی دوست، عراق کا سابق عیسائی وزیر خارجہ طارق عزیز تھا جس کا نام میڈیا میں بکثرت آتا رہا۔ یہ غدار ۲۰۱۲ء میں عراقی سپریم کورٹ سے سزائے موت پانے کے بعد جون ۲۰۱۵ء میں جیل میں ہی مر گیا۔ ایک اور غدار شخص عراقی ریاضی دان، سیاستدان، 'عراقی نیشنل کانگرس' کا سربراہ پروفیسر احمد الجلبی تھا، جو مارچ ۲۰۱۵ء میں اکہتر برس کی عمر میں طبعی موت مر گیا۔ اسی غدار نے عراق پر امریکی حملے کی لابنگ اور منصوبہ بندی کی تھی اور امریکہ کو ہتھیاروں کے متعلق غلط معلومات فراہم کی تھیں۔ جرمن خبر رساں ادارہ لکھتا ہے:

''عراق پر حملے کے بعد وائٹ ہاؤس کی طرف سے الجلبی کی حمایت میں بھی کمی آگئی تھی کیوں کہ وہ تمام معلومات غلط ثابت ہوئی تھیں جنہیں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ عراق کے سابق حکمران صدام حسین کے نہ تو القاعدہ سے تعلقات ثابت ہو سکے تھے اور نہ ہی عراق سے بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار برآمد ہوئے تھے، جیسا کہ اس بارے میں عوامی سطح پر پروپیگنڈا کیا گیا تھا۔

احمد الجلبی نے نوّے کی دہائی میں عراق کے شمال میں کرد بغاوت کو بھی منظم کیا تھا لیکن اس بغاوت میں سینکڑوں افراد مارے گئے تھے جبکہ الجلبی خود فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اس کے بعد وہ عراق میں امریکی حملے کے بعد واپس آئے تھے۔

الجلبی امریکی حملے کے بعد عراقی گورننگ کونسل کے غیر مستقل صدر بھی بنے اور نائب وزیر اعظم کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ عارضی طور پر تیل کی پیداوار کے معاملات بھی ان کے ہاتھ میں آئے لیکن وہ کبھی بھی اس عہدے تک نہ پہنچ سکے۔''[2]

عراق پر قبضے کے لئے امریکہ نے سراسر جھوٹ کا سہارا لیا، تہذیب و تمدن کے بلند بانگ دعوے کرنے والے اس کے ساتھی برطانیہ، آسٹریلیا اور نیٹو میں انصاف کا معمولی سا احساس بھی بیدار نہ ہوا۔ اس کے بعد امریکہ نے پرانی فرعونی چال چلی کہ شیعہ سنی کے دیرینہ اختلاف کی آگ کو ہوا دکھائی اور ماضی میں بھی عراق کو اس بدترین صورتحال سے دوچار کرنے کیلئے اسی امریکہ نے صدام حسین کو استعمال کیا تھا، اس وقت صدام کو اس زیادتی اور پھوٹ ڈالنے کا احساس بھی نہ ہوا۔ چنانچہ ۱۹۹۰ء میں امریکہ نے اپنی سفارتی کوششوں کے ذریعے سب سے پہلے عراق کو کویت پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا۔ امریکی جریدے 'فارن پالیسی' نے جنوری ۲۰۱۱ء میں

---

1 http://www.bbc.com/urdu/news/۰۳۰۸۱۴_saddam_letter_na.shtml

2 http://www.dw.com/ur/a-18823254

وکی لیکس کے حوالے سے ۱۹۹۰ء میں عراق میں متعین امریکی سفیر اپریل گیلیپسی کا اس بیان کا تجزیہ کیا:

In a now famous interview with the Iraqi leader, U.S. Ambassador April Glaspie told Saddam, "We have no opinion on the Arab-Arab conflicts, like your border disagreement with Kuwait.' The U.S. State Department had earlier told Saddam that Washington had 'no special defense or security commitments to Kuwait.' The United States may not have intended to give Iraq a green light, but that is effectively what it did."[1]

''ان دنوں مشہور انٹرویو میں عراقی رہنما صدام حسین کو امریکی سفیر اپریل گیلیپسی نے بتایا کہ ہم عرب اقوام کی باہمی جنگوں کے بارے میں غیر جانبدار ہیں جیسا کہ کویت کے ساتھ آپ کا سرحدی تنازعہ ہے۔ اس سے پہلے امریکی محکمہ خارجہ صدام حسین کو باور کرا چکا ہے کہ ہمارا کویت کے ساتھ کوئی دفاعی یا حفاظتی معاہدہ بھی نہیں ہے۔ اس طرح امریکہ نے عراق کو گرین سگنل تو نہیں دیا تاہم مؤثر طور سے اپنا پیغام واضح کر دیا۔''

عراق کو کویت پر جارحیت کا مشورہ عالم عرب کی جدید تاریخ میں اس خانہ جنگی کا آغاز ہے جس کا وجود اس سے پہلے عرب میں مفقود تھا۔ عراقی جارحیت کے نتیجے میں سعودی عرب میں امریکی فوج کو بلایا گیا، جہاں اس فوج کی موجودگی نے پہلے القاعدہ کے اختلاف کو پیدا کیا، اس کا وجود متحرک ہوا، پھر ۲۰۰۲ء تک یہ فوج مشرقِ وسطی میں ہی براجمان ہوگئی۔ ۲۰۰۳ء میں سعودی عرب سے جانے کے بجائے امریکی فوج ہمسایہ ملک عراق میں صدام حسین کی حکومت پر جھوٹ بول کر حملہ آور ہوگئی۔ کئی برس یہاں گزارنے کے بعد، اب چند سالوں سے یہی فوج قطر میں ڈیرے جمائے ہوئے ہے۔ سرزمین عرب میں اس فوج کی آمد کا سہرا صدام حسین کے سر جاتا ہے، جو اس کو بلانے کا سبب بنا، اور پھر اسی کا نشانہ بن گیا۔

مغرب کا پورا پیغام انسانیت 'باہمی ٹکراؤ' کر کے اپنے مفادات سمیٹنا ہے۔ جو ممالک ان کی کالونیاں بنے، وہاں اُنہوں نے مسلکی بنیادوں پر فرقہ پرستی کو مضبوط کیا، پھر سیاسی بنیادوں پر بعض کو مفادات دے کر دوسروں کو کمزور کر کے قوموں کی تفریق کی۔ پھر سیاسی نظاموں کے ذریعے اس قوم کو سیاسی پارٹیوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار کر دیا۔ کہیں مزدور کو آجر کے مقابل منظم کر دیا، کہیں عورت کو مرد کے مقابل لا کھڑا کیا۔ ایک ہی ملت کو دسیوں ملکوں میں بانٹ دیا۔ ان میں قیادت و ناموری اور مفادات کا ایسا صور

1 http://foreignpolicy.com/2011/01/09/wikileaks-april-glaspie-and-saddam-hussein/

پھونک دیا کہ اب ایسے معاشرتی ناسوروں سے جان چھڑانا بڑا مشکل ہو چکا ہے۔ معاشرے کے مختلف طبقات کو بانٹنے کے بعد ان کی ڈوریاں ہلانا اور ان کو اسلحہ فروخت کرنا اور ان میں موت بانٹنا مغرب کا وہ انسانیت نواز پیغام ہے جس پر داد و تحسین کی توقع کی جاتی ہے۔ جو مسلمان بھی اس ٹکڑاؤ کا راستہ چنتا ہے، اسے جان لینا چاہیے کہ وہ شیطان اور کفر کی چالوں کا شکار ہوتا ہے۔

عراق پر ہونے والی بدترین ہلاکت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دنیا آج بھی مفادات کی اسیر ہے، اور ظلم کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہیں، کیا عراق پر جھوٹ کے نتیجے میں ہونے والے سنگین مظالم کے بعد ہالینڈ اور آسٹریلیا کا فرض صرف معافی مانگنا ہی ہے، یا حقیقی معافی ان سے اس ظلم کے خاتمے کے لئے کوششوں کا بھی مطالبہ کرتی ہے، جس کا کوئی تصور بھی موجود نہیں۔ دراصل خونِ مسلم کی ارزانی پر سارے کافر ہی دل میں خوشیاں مناتے ہیں۔ یہی وہ ظلم و استبداد ہے جو اس دور میں انسانیت کا اصل مسئلہ ہے اور اسی سے شیطانی مقاصد پورے ہو رہے ہیں۔ کیا امریکہ و برطانیہ کے اس صریح اقرار کے باوجود بھی اس مہذب دنیا میں ایسا کوئی امکان ہے کہ اس ظلم کا کوئی مداوا اور تاوان ادا کیا جائے۔ نہیں بالکل نہیں بلکہ ایسا کرنے والے مزید شکار تاکتے رہتے ہیں، دنیا خاموش بیٹھی دیکھتی ہے اور ان کے ساتھی اپنا حصہ وصول کرنے کو آن موجود ہوتے ہیں۔ یہی دنیا کا اصل اور سنگین ترین المیہ ہے، اور اسلام کی نعمت کو ترک کر کے دنیا نے یہی خسارہ اٹھایا ہے۔ کیا دنیا کو سائنسی سہولیات دینا اہل مغرب کا احسان ہے، یا دنیا میں بدمعاشی کے ذریعے موت و ہلاکت بانٹنا ان کا بدترین جرم ہے۔ ہمیشہ سے اہل استعمار ایسے ہی جرائم کرتے آئے ہیں۔

کفر کیلئے سب مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں اور وہ سب سے بدترین نفرت کرتے ہیں۔ اگر وہ کسی کو ایجنٹ بناتے ہیں تو عراق کے صدام حسین کی طرح وقت آنے پر اسی کو نشانِ عبرت بھی بنا دیتے ہیں۔ اگر کوئی ملک ان کی تائید سے مسلم امہ کو اختلاف سے دوچار کرتا ہے تو اسے اس آلہ کاری سے عقل مندی اور ملی بصیرت سے ابھی جھٹک دینا چاہیے۔ جس طرح ملت اسلامیہ کو نظریاتی اور فقہی بنیادوں پر فرقہ واریت کی مذمت کرنی چاہیے، اسی طرح سیاسی فرقہ واریت (قومیت) کو بھی ٹھکرانا چاہیے اور ساری دنیا میں ایک ملت بن کر جینا چاہیے، جن کے مفادات ایک ہیں۔ اگر یہ نہیں تو دنیا کا کفر انہیں مشترکہ دشمن جانتا ہے اور وہ خود قومیتوں کو بھلا کر کبھی نیٹو، کبھی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل، کبھی ریاستہائے متحدہ امریکہ اور کبھی یورپی یونین، کبھی جی ۲۰ جیسے ناموں سے مشترکہ پیش قدمی کرتا ہے۔ ان عالمی اداروں کے مسلمانوں کے خلاف جذبات اور اقدامات اب ڈھکے چھپے نہیں۔ عراق پر بدترین ظلم کے اعتراف کے بعد بھی یہ نام نہاد عالمی انصاف کے ادارے کچھ کرنے کو آمادہ نہیں بلکہ ظالم کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے بغیر کیا کوئی چارہ باقی رہ جاتا ہے؟! کاش اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی سیاسی قیادت اور خواص و عوام کو اس کا شعور اور بصیرت عطا کر دے۔